آج آپ

سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

کی وراثت کے امین بنائے جارہے ہیں!

علمائے کرام اور طلبائے علمِ دین سے خطاب

حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

نوائے غزوۂ ہند

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَـٰنِ الرَّحِيمِ

نامِ کتاب	آج آپ سیّد احمد شہیدؒ کی وراثت کے امین بنائے جارہے ہیں!
مصنف کا نام	مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی
ترتیب	مرتّبین ادارہ نوائے غزوۂ ہند
تاریخِ اشاعت	رجب المرجب ۱۴۴۱ھ / مارچ ۲۰۲۰ء
ناشر	ادارہ نوائے غزوۂ ہند
ویب سائٹ	www.nawaighazwaehind.com
برقی پتہ برائے رابطہ	editor@nawaighazwaehind.com

آج آپ

سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

کی وراثت کے امین بنائے جارہے ہیں!

علمائے کرام اور طلبائے علمِ دین سے خطاب

حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

نوائے غزوۂ ہند

حرفِ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحمد للہ وکفیٰ والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، اَمّا بعد

مفکرِ اسلام، حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی دار العلوم احمدیہ سلفیہ در بھنگہ، ہندوستان کے جلسۂ دستار بندی میں مارچ ۱۹۸۴ء کو کی گئی ایک تقریر پیشِ خدمت ہے۔

یہ تقریر ایک ایسے موقع پر فرمائی گئی ہے جب طلبائے علمِ دین کا حصولِ علمِ دین کا تاسیسی مرحلہ طے ہو چکا ہوتا ہے اور وہ 'فاضلین' و 'علما' کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اس موقع پر مولانا سید ابو الحسن علی صاحب طلبا و علما کو دراصل نفاذِ دین (ذاتی واجتماعی، معاشرتی وحکومتی الغرض بہر معنیٰ واعتبار) کے اس فریضے کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔

بلا شبہ علما اس امت کے قائدین ورہنما ہیں، وہ صحیح ڈگر پر ہوں گے تو امتِ رسولؐ بھی صحیح سمت میں سفر کرتی رہے گی۔ پھر مولانا سید ابو الحسن علی صاحب نے اس موقعۂ دستار بندی پر 'امیر المومنین سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ' کا خاص کر ذکر (اصل میں تو پوری مجلس ہی ان کے نام ہے) اس لیے کیا ہے کہ سید صاحب نے چھوٹی چھوٹی بدعات سے لے کر کبائر شرکیات تک اور (بظاہر) چھوٹی چھوٹی سنتوں سے لے کر جہاد اور اقامتِ شریعت و حکومتِ الٰہیہ تک کے لیے

کوششیں فرمائیں...... لہٰذا سید صاحب کی سیرت میں عموماً ساری دنیا اور خصوصاً برِّصغیر کے علما و طلبائے علمِ دین کے لیے بیش بہا ارشادات، ہدایات اور عملی نمونے ہیں۔

یہ تقریر ماہنامہ مجلّہ 'البلاغ' کے مارچ ۱۹۸۵ء کے شمارے میں شائع ہوئی اور بعد ازاں مجلّہ 'نوائے افغان جہاد[1]' کے فروری ۲۰۲۰ء کے شمارے میں شائع کی گئی۔

اس تقریر کی اہمیت و افادیت کے پیشِ نظر اسے علیحدہ سے کتابچے کی صورت میں بھی شائع کر کے نذرِ قارئین کیا جارہا ہے۔ اللہ پاک اس کاوش کو تمام امتِ مسلمہ کے لیے اور اہالیانِ برِّصغیر اور ان میں بھی خاص کر علمائے دین و طلبائے علمِ دین کے لیے نافع اور راہِ عمل کی جانب نشاندہی کرنے والا بنائے، آمین یاربّ العالمین!

وصلی اللہ علی النبی، و آخر دعوانا أن الحمد للہ ربّ العالمین۔

مدیر 'ادارہ نوائے غزوۂ ہند'

رجب المرجب ۱۴۴۱ھ / مارچ ۲۰۲۰ء

◆◆◆◆◆◆◆

[1] نوائے افغان جہاد: مجلّہ 'نوائے غزوۂ ہند' کا سابقہ نام

آج آپ سیّد احمد شہیدؒ کی وراثت کے امین بنائے جارہے ہیں!

(علمائے کرام اور طلبائے علمِ دین سے خطاب)

مفکرِ اسلام، مولانا سیّد ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

الحمدلله رب العالمين والصلوٰة والسلام على نبينا محمد عبده ورسوله

و على ازواجه و ذرياته واهل بيته اجمعين، ومن اتبعهم باحسان و دعا بدعوتهم، الى يوم الدين

اعوذ بالله من الشيطان الرجيم

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ○

(سورۃ الفاطر:۳۲)

”پھر ہم نے اس کتاب کا وارث اپنے بندوں میں سے ان کو بنایا جنہیں ہم نے چن لیا تھا پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں، اور انہی میں سے کچھ ایسے ہیں جو درمیانے درجے کے ہیں، اور کچھ وہ ہیں جو اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں بڑھے چلے جاتے ہیں۔ اور یہ (اللہ کا) بہت بڑا فضل ہے۔“

میں دو باتیں بتانا چاہتا ہوں، ایک تو یہ کہ بچپن سے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ گھٹی میں، جن لوگوں کے نام محبت و عظمت کے ساتھ پڑے، اور یہ کوئی مبالغہ نہیں کہ واقعی گھٹی میں پڑے، ان میں حضرت سید احمد شہید اور ان کے یارانِ باثقہ، مجاہدین باصفا، کے علاوہ کہ یہ تو گھر کی چیز ہے، حضرت مولانا ابو محمد ابراہیم صاحب کا نام ہے اور جب پڑھنے لکھنے لگا تو مولانا عبدالعزیز صاحب کا نام اس میں شامل ہوا، حضرت مولانا ابو محمد ابراہیم صاحب کا ہمارے خاندان سے بڑا قریبی تعلق رہا ہے، ہمارے جد مادری سید ضیاء النبی صاحب جو حضرت سید صاحب کے سلسلہ کے آخری بزرگوں میں سے صاحبِ نسبت و صاحبِ باطن تھے، ان کے پاس وہ آیا کرتے تھے اور خود میرے گھر میں جو انقلاب آیا، وہ حضرت مولانا ابراہیم صاحب کی تقریر سے آیا۔ میری والدہ سناتی تھیں کہ ہمارے خاندان میں جدید تعلیم کا رواج تھا۔

میرا ددھیال الحمدللہ خالص مولویوں کا خاندان ہے، اور اس میں جائیداد و زمین نہ ہونے کے برابر ہے لیکن میرے ننھیال کا بڑے زمینداروں میں شمار ہوتا تھا اور اگرچہ بزرگوں کے اثرات چلے آرہے تھے، لیکن پھر بھی ہر چیز اپنا ایک اثر رکھتی ہے، اذا ثبت الشئی ثبت بلوازمہ، زمینداری آئی اور بڑی زمینداری آئی، اور میں یہ بھی عرض کردوں کہ اس کا شجرۂ نسب بہار سے جاملتا ہے، میری والدہ کے حقیقی دادا مولوی سعید الدین صاحب رائے بریلوی جو سید صاحب سے بیعت کا تعلق رکھتے تھے، وہ یہاں رہے، انہوں نے وکالت کی احتیاط کے ساتھ جو اس زمانہ میں ممکن تھی، اس سے جائیداد پیدا کی مظفرپور میں، میں جب مظفرپور سے گزر رہا تھا، مجھے بچپن سے یہ بات معلوم تھی تو وہ یاد تازہ ہوگئی، میں نے مظفرپور کا نام شروع سے سنا تھا تو زمینداری کے سوا د پڑے لیکن مولانا ابراہیم کی تقریر سے دنیا بدل گئی۔

مولانا ابو ابراہیم صاحب ان لوگوں میں تھے جو عمل بالحدیث کے ساتھ تعلق مع اللہ اور نسبتِ باطن رکھتے تھے اور یہ خصوصیت خاندانِ صادق پور کی ہے، اور صادق پور کا سلسلہ سید صاحب کی تحریک سے جاملتا ہے۔

حضرت سید صاحب کی تحریک چار چیزوں کی جامع تھی۔

۱۔ توحیدِ خالص "الا للہ الدین الخالص"

۲۔ اتباعِ سنت۔ آپ پڑھیے مولانا ولایت علی کے حالات، مولانا یحییٰ کے حالات، اولیائے متقدمین کے حالات آپ کو نظر آئیں گے، تزکیۂ نفس اور تذکرہ جو آپ کتابوں میں پڑھتے ہیں ان کی زندگی میں آپ کو نظر آئے گا۔ میں سچ کہتا ہوں، ان کی سیرت پڑھنے سے آپ کی نمازوں کی کیفیت بدل جائے گی، میں نے خود اس کا بارہا تجربہ کیا ہے۔

۳۔ نسبت مع اللہ، دوام ذکر اور خدا کے ساتھ ہر وقت تعلق۔

۴۔ اعلائے کلمۃ اللہ جو اگر کبھی جہاد بالسیف کا تقاضا کرے تو جہاد بالسیف، جہاد و قتال میں جو نسبت ہے عموم و خصوص کی، اہل علم جانتے ہیں قتال اخص ہے جہاد سے، جہاد کبھی کبھی قتال کی نوع میں ظاہر ہوتا ہے، اس وقت وہی افضل جہاد ہوتا ہے لیکن جہاد اس سے وسیع ہے وہ بغیر سیف کے بھی ہوتا ہے اور مدتوں ہوتا رہتا ہے، یہ سب جہاد میں شمار ہوتا ہے۔

غرض ان چار چیزوں کی مجموعہ تھی، سید احمد شہید کی جماعت۔

میں نے دیوبند کے جشنِ صد سالہ میں الفاظ کے تھوڑے اختلاف کے ساتھ یہ بات کہی کہ ان جماعتوں کو جن کا تعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی جماعت سے ہے اور حضرت سید صاحب کی جماعت سے، خواہ وہ جماعتیں اہلِ حدیث حضرات کی ہوں، یا اس میں سے ہوں جو اپنے آپ کو دیوبندی کہلاتے ہیں، ان سب جماعتوں کو ہمیشہ یہ احتساب کرتے رہنا چاہیے کہ ہم اس سے منحرف تو نہیں، یا خدانخواستہ ہم اس سلسلہ میں أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ [1] کے مرتکب نہیں ہو رہے ہیں؟ یا ہم نے ایک جز کو پکڑ لیا اور دوسرے جز کو چھوڑ تو نہیں دیا؟ یہ اسلاف کی امانت ہے، اور خدا کا شکر ہے کہ اس وقت کی پیش کی گئی رپورٹ میں اس کی طرف بلیغ انداز میں اشارے بھی کیے گئے، تو میں ایک بات عام جماعتوں سے یہ کہتا ہوں کہ سید صاحب کی جماعت کی یہ جو چار خصوصیات تھیں، توحید خالص اور اتباعِ سنت کا خاص رنگ یعنی احادیث کا تتبع اور ان پر عمل کرنے کی کوشش، اس میں آپ میں اور متبعینِ سنت کے دوسرے گروہوں میں لَون کا تھوڑا سا فرق تو ہو سکتا ہے، اجتہاد کا فرق تو ہو سکتا ہے لیکن یہ سب اتباعِ سنت کے قائل ہیں، عامل ہیں اور اس کے لیے کوشاں ہیں اور تیسری چیز تعلق مع اللہ ہے یعنی عوام کے تعلق سے کچھ زیادہ تعلق، ایک طرح کا تعلق اور عمومی ولایت ہر مسلمان کو حاصل ہے جیسا کہ محققین اور عارفین کہتے ہیں کہ ہر مسلمان کو ولایتِ عامہ حاصل ہے، لیکن اللہ کے ساتھ خصوصی ولایت اور اس کے ساتھ محبت جیسے قرآن میں کہا گیا ہے: رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ [2]۔ اور کہا گیا وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ [3]۔ یہی چیز عمر بھر اس جماعت کا شیوہ رہی۔

سن لیجیے! میں ایک مؤرخ اور اس جماعت کے ایک امین کی حیثیت سے آپ کو بتلا رہا ہوں کہ یہ جو آپ کے اوپر دستار باندھی جا رہی ہے، آپ کی آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ اس کے ساتھ کیا کیا چیزیں بندھ گئیں، اور جو خصوصیات ذکر ہوئیں وہ ساری چیزیں اس دستار کے باندھنے میں آ گئیں، اگر کوئی آنکھ دیکھنے والی ہو تو وہ دیکھ سکتی ہے، وہ ساری چیزیں

---

[1] ”تو کیا تم کتاب کے ایک حصّے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصّے کے ساتھ کفر کرتے ہو؟“ (سورۃ البقرۃ: ۸۵)

[2] اللہ ان سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ہیں۔

[3] ”اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں وہ اللہ ہی سے سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔“ (سورۃ البقرۃ: ۱۶۵)

اس دستار کے تار و پود اور تانے بانے میں ہیں، آپ کو اس دستار کے مشکلات اور مضمرات کی حفاظت کرنی ہے۔ اس دستار کے بندھنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ بالکل فارغ ہو گئے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان چاروں چیزوں کے لیے آپ کو پوری زندگی وقف کرنی ہے، اور انہیں زندہ کرنا ہے، انہیں چاروں چیزیں کے ساتھ اللہ کا وہ مقبولیت کا معاملہ تھا، انہیں خصوصیات کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے متبعین میں وہ تاثیر اور کیمیا اثری رکھی تھی کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے۔

میں ابھی مدراس گیا وہاں "الذکر الجلی في کرامات السید محمد علی الرامپوری" کا ایک نایاب نسخہ مجھے ملا، حضرت مولانا سید محمد علی صاحب، سید صاحب کے کبار خلفا میں سے تھے۔ میں پڑھ کر حیران تھا کہ یا اللہ کیسی تاثیر ملی تھی، حضرت سید صاحب کو اور ان کی جماعت کے متبعین کو، اللہ اکبر! ایک شخص کا انتقال ہو رہا ہے، کلمہ نہیں نکل رہا ہے، سارا گھر پریشان ہے، کوشش کی جارہی ہے اور کلمہ نہیں نکل رہا ہے زبان سے، حضرت مولانا سے ذکر کیا، انہوں نے کہا کہ گھبرائیے نہیں میں ابھی چلتا ہوں، لوگوں نے ان سے کہا کہ یہ بدعتیوں کا گھر ہے آپ کے ساتھ بہت برا معاملہ کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا کوئی بچہ ہے اس گھر کا؟ اس کو بلا دیجیے، بچے کو بلایا اور کہا کہ دیکھو، سرہانے کھڑے ہو کر (کلمہ کی) تلقین کرو، ان الفاظ کا کہنا تھا کہ زور زور سے "لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہنے لگے، سارا گھر گونج گیا، لوگ حیران تھے کہ کیا وجہ ہے؟ لکھا ہے کہ جو لوگ وہاں تھے کہنے لگے کہ دیکھو ہم بھی اس طرح کلمہ پڑھتے ہیں، ہم بھی اس طرح ایمان کی دعوت دیتے ہیں۔ جیسے ایک ہوا چل گئی ہے۔ انقلاب آ گیا، معاصی سے نفرت، بدعات سے اجتناب، ابھی شرک سے توبہ کی ہے ابھی ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے، اور آن کی آن میں شرک سے ایسی گھن آنے لگی کہ جو کسی گندی سے گندی چیز سے آتی ہے۔ یہ سب ان چار چیزوں کے اجتماع کا اثر تھا اور اصل بات یہ کہ اللہ کو ان سے کام لینا تھا۔

تو عزیزو! ایک بات تو یہ ہے کہ اس دستار کا یہ مطلب نہیں کہ صرف پڑھنے پڑھانے بیٹھ جاؤ، بلکہ ان خصوصیات کو پوری ملت اسلامیہ کی طرف منتقل کرو۔ میں دینی جماعتوں اور ان کی تاریخ اور ان کی تاثیر سے بیگانہ نہیں ہوں۔

؎ بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے میخانے

میں نے بہت سی جماعتیں دیکھی ہیں، لیکن واللہ اس جماعت جیسی تاثیر میں نے کہیں نہیں دیکھی، یہ تاثیر اور قبولیت، توحیدِ خالص، اخلاص اور اتباعِ سنت کا کرشمہ تھی، عزیزو! تم اس کی کوشش کرو کہ اس کا کوئی حصہ تمہیں بھی ملے کہ ”اس میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے“ ان کی محبت اور ان کے مشن کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ جتنے مدرسے اور مسلک ہیں، یہ صرف پڑھنے پڑھانے کے کارخانے نہیں ہیں۔ حضرت سید سلیمان ندوی نے مولانا گیلانی سے کہا تھا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ حضرت مولانا نانوتوی نے اس مدرسہ کو پڑھنے پڑھانے کے لیے قائم کیا تھا؟ یہ چھاؤنی تھی چھاؤنی! جب ۱۸۵۷ء میں ہم نے سیاسی طور پر شکست کھائی، تو ہم نے اس کی تلافی کے لیے قلعے بنائے، یہاں سے تیار ہو کر فوج نکلے گی جو ملتِ اسلامیہ کو بچائے گی، جو زمین قبضہ سے نکل گئی ہے وہ زمین واپس لائے گی۔

باتیں تو کہنے کی بہت سی ہیں لیکن میں آپ سے خاص طور پر ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں، خدا کرے کہ اپنے اصلی اور صحیح رنگ میں سمجھی جائے، وہ یہ کہ ہر دور میں جاہلیت اپنے آشیانے بناتی ہے، کبھی شرک اپنا آشیانہ بناتا ہے، لیکن اس زمانے کے اہلِ نظر پر اللہ تعالیٰ یہ بات منکشف کرتا ہے کہ جاہلیت کی چڑیا اس آشیانے میں چھپی ہوئی ہے، جیسا کہ قصوں میں کہا جاتا ہے کہ فلاں جن کی روح چھپی ہے اُس چڑیا کے اندر جو سات قلعوں کے اندر رہے، پھر ان قلعوں کے بعد ایک آشیانہ ہے اور اس آشیانہ میں ایک چڑیا ہے، اس کے اندر جن کی روح چھپی ہوئی ہے، اس طرح جاہلیت کبھی کبھی کسی چیز کو اپنا ہدف اور نشانہ بنالیتی ہے اور اس میں چھپ جاتی ہے، اور ابتلائے عام ہوتا ہے کہ لوگ اس کے شکار میں آجاتے ہیں، جیسا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کوئی درخت تھا جس سے لوگوں کے عقائد خراب ہو رہے تھے اور وہ شرک کا مظہر بن گیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو کٹوایا، یہاں تک کہ دل پر پتھر رکھ کر بیعتِ رضوان کے درخت کو کٹوایا اور توحید کا یہی تقاضا سمجھا، اور جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ طائف کا وہ بُت جسے لوگ گرانے سے ڈر رہے تھے اور حضور ﷺ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو گرانے کے لیے بھیجا، اور کہا کہ مجھے اس کے گرانے کی بشارت دینا، چنانچہ انہوں نے ایسا کیا، اسی طرح سے ہر زمانہ میں کچھ بُت ہوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جن سے کام لینا چاہتا ہے ان کی نگاہیں کھول دیتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کے زمانہ میں وحدۃ الوجوہ کی شکل اختیار کرلی تھی، ”ہمہ اوست“ کی جو آخری شکل ہو سکتی ہے حضرت مجدد صاحب نے اس کو ہدف بنایا اور اس کو کمزور کرکے دم لیا، اس وقت سے وہ اپنی طاقت کھو چکا ہے۔ بدعاتِ حسنہ کا ایک فتنہ تھا، جس چیز کو چاہا کہہ دیا کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور یہ کہ صاحب بدعت کی

دو قسمیں ہیں (۱) بدعت سیئہ (۲) بدعتِ حسنہ، حضرت مجدد صاحب نے کہا کہ جب اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کہہ دیا کہ "كل بدعة ضلالة[1]" تم کون ہوتے ہو کہ یہ کہو "بعض البدعة حسنه و بعض البدعة سيئة[2]"؟ انہوں نے کہا کہ مجھے صاف نظر آتا ہے کہ بدعت دافعِ سُنت ہے، بدعت آتی ہے تو اپنی جگہ بنالیتی ہے اور سُنت کی جگہ لے لیتی ہے۔ اسی طرح سے حضرت شاہ ولی اللہ کا دور آیا تو انہوں نے اور حضرت سید صاحب کا دور آیا تو انہوں نے بھی دیکھا کہ ان ان بدعتوں میں شرک پناہ لے رہا ہے، اور ان ان جگہوں سے لوگوں کے عقائد خراب ہو رہے ہیں، وہ جاہلیت میں مبتلا ہو رہے ہیں، اور فوراً ان پر پوری ضرب لگائی۔ ایک عام بات تو یہ دیکھی کہ بہار اور کلکتہ میں جگہ جگہ امام باڑے گرائے جاتے تھے اور اسی کا پلاؤ کھلایا جارہا تھا، ان حضرات نے تعزیے کی کھپچیوں سے کمر بند ڈالنے والی لکڑی کا کام لیا، کوئی پوچھے کہ صاحب ان باتوں سے کیا فائدہ؟ فائدہ یہ کہ یہ حضرات سمجھتے تھے کہ اس وقت اشارۂ الٰہی کیا ہے، اور اس وقت کا فتنہ کیا ہے، پھر ایک وقت وہ آیا جب معقولی علما اور اطرافِ لکھنؤ کے بعض فقہا نے کہا کہ حج کے بارے میں قرآن میں ہے مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً[3]۔ شرط یہ ہے امن ہو راستہ کا، امن نہیں ہے، سمندر کا سفر ہے بادبانی جہازوں میں اور ان پر پُرتگیزی حملہ کرتے ہیں۔ اس لیے اب ہندوستانی مسلمانوں کے ذمہ سے حج ساقط ہو گیا۔ اس فتنہ نے اتنا طول کھینچا کہ شاہ عبد العزیز صاحب کے پاس لکھنؤ کی سرائے سے مفتی فیض الدین صاحب نے خط بھیجا، اور میں نے اس کا جواب پڑھا ہے کہ صاحب یہاں دو آدمی آئے ہوئے ہیں، ایک کا نام مولانا عبد الحیٔ صاحب بڑھانوی ہے اور دوسرے کا نام مولوی اسماعیل دہلوی ہے، یہ لوگ فتویٰ دیتے ہیں کہ حج کی فرضیت اسی طرح قائم ہے، اور ہم کیا کریں؟ یہ لوگ کس پائے کے ہیں؟ حضرت شاہ عبد العزیز نے بڑے جوش میں آکر تحریر کیا ہے کہ مولوی عبد الحیٔ تو شیخ الاسلام ہیں اور مولوی اسماعیل صاحب حجۃ الاسلام ہیں اور ان دونوں کو مجھ سے کسی چیز میں کم نہ سمجھو، اور فقہ و حدیث میں یہ لوگ بالکل میرے مساوی درجہ کے ہیں اور ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا مجھ پر جو احسان ہے، اس کا میں شکر نہیں ادا کر سکتا اور یہ لوگ جو کچھ کہیں تم اس کو اختیار کرو، اور وہی شریعت کا حکم ہے۔ پھر

---

[1] سب بدعتیں گمراہی ہیں۔

[2] کچھ بدعتیں بری ہیں اور کچھ بدعتیں اچھی ہیں۔

[3] "لوگوں میں سے جو لوگ اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں ان پر اللہ کے لیے اس گھر کا حج کرنا فرض ہے۔" (سورۃ آلِ عمران:۹۷)

سید صاحب نے اعلان فرمایا کہ ہم حج کو جاتے ہیں، پیسہ وغیرہ کچھ پاس نہیں تھا، جب ندی پار کی ہے تو گیارہ روپے تھے، اپنے بھانجے سید عبدالرحمٰن سے جو خادم تھے پوچھا کہ عبدالرحمٰن کتنے روپے ہیں؟ کہا کہ گیارہ روپے، کہا کہ جاؤ اعلان کرو، جس کا جی چاہے چلے، خرچ کے ہم ذمہ دار ہیں لیکن محنت بھی کرنی پڑے گی، پیسہ جب ختم ہو جائے گا تو ہم مزدوری کریں گے لیکن حج کو ضرور جائیں گے، چاہے کتنے سال لگ جائیں، تو سات سو کے قریب آدمی جمع ہوئے، حضرت سید صاحب نے شاہ اسمٰعیل شہید اور مولانا عبدالحئی صاحب سے خط لکھوائے، سہارنپور وغیرہ سب جگہ خط لکھوائے اور مولانا عبدالحئی صاحب کی اہلیہ آئیں، شاہ اسمٰعیل شہید کے بھی اعزہ آئے اور حالت یہ کہ اس وقت صرف گیارہ روپے موجود ہیں، ہمارے گھر کے سامنے جو ندی بہتی ہے جب اس کو پار کیا ہے تو پوچھا کتنے پیسے ہیں۔ کہا گیارہ روپیہ، کہا اچھا! یہ بھائی جو پہنچانے آئے ہیں ان کو دے کر رخصت کردو، پھر اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی ہے، تو بھائی اگر معتبر ذرائع نہ ہوں اور تواتر کے ساتھ وہ بات نہ پائی گئی ہوتی تو آدمی کا یقین کرنا مشکل، بعض بعض شہر تو ایسے تھے کہ وہاں یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہاں کوئی مسلمان بیعت سے خالی نہیں، یہاں تشریف لایئے اور ہمیں بیعت و توبہ کرایئے، اور کھانے کی حالت یہ تھی کہ الہ آباد میں اتنا کھانا بچتا تھا اور گنگا میں اس قدر کھانا ڈالا جاتا تھا کہ وہاں برہمن جو نہانے جاتے تھے، ان کے نہانے کا مسئلہ پیش آگیا کہ نہائیں کیسے؟ سارا کنارہ سرخ ہو گیا اور تیل اور گھی بہتا ہوا نظر آتا تھا، انہوں نے اس وقت حج کیا، کہیں مزدوری کی ضرورت پیش نہ آئی، انہوں نے اس وقت انتخاب کیا کہ اگر اس میں تساہل برتا گیا تو حج میں روز بروز سستی آنا شروع ہو جائے گی اور حج کا فریضہ بالکل معطل ہو کے رہ جائے گا انہوں نے اس کی فرضیت کا فتویٰ دیا، اعلان کر دیا، گیارہ جہاز کلکتہ سے کرایہ کیے اور یہ سات سو آدمیوں کا قافلہ وہاں سے گیا اور حج کر کے آیا، ہمارے علم میں اجتماعی طور پر جب سے اسلام آیا اتنا بڑا حج نہ کسی بادشاہ نے کیا تھا اور نہ کسی شیخِ طریقت نے اور نہ کسی عالمِ دین نے، اور کلکتہ میں یہ حال ہوا کہ شراب خانے جو تھے ان کی بکری بند ہو گئی۔ انہوں نے شکایت کی کہ ایک بزرگ آئے تھے، ان کی وجہ سے مسلمانوں نے شراب پینی چھوڑ دی تھی، ہم رات تک تکتے رہتے ہیں کوئی بھول کر نہیں آتا۔

پھر ایک وقت آیا کہ سید صاحب نے محسوس کیا کہ ایک بڑی کمزوری پیدا ہو گئی ہے کہ ۲۵ برس کی عمر میں، ۳۰ برس کی عمر میں عورت بیوہ ہو گئی اور اب وہ پوری عمر اسی طرح گزار دے گی۔ سید صاحب نے بیوہ کی شادی پر ابھارا۔ مجھے

ان کے نام معلوم ہیں جنہوں نے عقدِ ثانی کی ہمت کی، ہندوستان چھوڑ کر چلا جانا پڑا، حجاز ہجرت کر گئے۔ شریفوں کے خاندان کے خاندان، علما کے خاندان کے خاندان۔ سید صاحب نے خود کہا کہ مجھے کوئی ضرورت نہیں، لیکن میں اپنی بیوہ بھاوج سے نکاح کرتا ہوں، مولانا عبد الحئی بڑھانوی صاحب نے مسجد میں وعظ کیا اور کہا کہ سید صاحب کے ذریعہ ساری سنتیں زندہ ہو رہی ہیں، صرف ایک سنت رہ گئی ہے، سید صاحب ایسے جھک کر بیٹھ گئے۔ کہنے لگے کہ آپ فرمائیے میں ابھی شروع کرتا ہوں، اور باہر نکلے اور گھر میں جا کر اسی وقت کہا اور نکاح ہوا اور اس کے بعد خطوط لکھے، اور اس کے بعد یہ سنت زندہ ہو گئی۔

یہ سُنت اس وقت بھی زندہ نہیں ہے، لیکن الحمدللہ مردہ بھی نہیں ہے، اور اب عار کی بات نہیں سمجھی جاتی، جیسا کہ پہلے سمجھی جاتی تھی، ایسے میں جب مولانا محمد علی صاحب لاہوری مدراس گئے، تو معلوم ہوا کہ یہاں کے مسلمان (بھائی صاحب یہاں میں کوئی سیاسی بات نہیں کہہ رہا ہوں، محض ایک تاریخی واقعہ سنا رہا ہوں، کوئی صاحب کوئی اور بات ملحوظ نہ رکھیں) گائے کا گوشت کھانے سے بہت بچتے ہیں کہ گوشت کھانے سے فلاں دیوتا ناراض ہو جائے گا اور اس کی وجہ سے کوئی موت ہو جائے گی، بے برکتی ہو گی، کوئی مسلمان گائے کے گوشت کو ہاتھ نہیں لگاتا تھا، جو لوگ آپ کے وعظ سنتے تھے ان کے مواعظ سے متاثر تھے اور ان کے ہاتھ پر بیعت تھے، سب کو دعوت دی اور گائے کے کباب پکوائے، اور کہا کہ اس کو کھانا ہو گا، کھا کر دیکھو کچھ ہوتا ہے کہ نہیں، اب کوئی عالم کہے کہ صاحب کیا تکلیف مالا یطاق ہے، یہ فلاں گوشت کھایا جائے فلاں گوشت نہ کھلایا جائے، یہ کہاں ہے، فقہ کی کس کتاب میں ہے؟ لیکن جو صاحبِ بصیرت ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہاں اسے تم حرام کرنے والے کون؟

اسلام اس وقت تک قائم نہیں ہوتا جب تک پوری شریعت اور مکمل اسلام پر عمل نہ ہو:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً○

”اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔“

جس چیز کو اللہ نے جائز کیا، اسے تم حرام کرنے والے کون؟ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ۔ بنی اسرائیل نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت حرام کیا تو اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر حرام ہی کر دیا۔ میں خود مدراس سے ہو کر آرہا ہوں، سید

صاحب بھی بعد میں گئے، کہیں نہیں سنا کہ لوگ گائے کا گوشت کھانے سے ڈرتے ہیں، دل سے وہ خوف نکل گیا، وہ خوف نہیں تھا، شرک جلی تھا، شرک جلی کو ختم کیا۔

میرے عزیزو! اور دوستو! حدیث شریف میں آتا ہے کہ

يحمل هذا العلم من كل خلف عدو له ينفون عنه تحريف الغالين و انتحال المبطلين و تاويل الجاهلين۔(مشكوة: كتاب العلم)

ترجمہ کے طور پر عام سامعین کے لیے بتاتا ہوں کہ اس علم کے حامل ہر زمانہ کے عادل لوگ ہوں گے، مقبول و متوازن لوگ ہوں گے۔ عدل کا لفظ قرآن وحدیث کی زبان میں بہت جامع لفظ ہے، صرف انصاف کے معنی میں نہیں ،اس کے حامل ہوں گے۔ ہر زمانہ کے عدول جو اس سے دُور کریں گے غلو پسند لوگوں کی تحریف کو، اور باطل پرستوں کی غلط نیت اور دعوؤں کو، اور جاہلوں کی تاویلات کو، ہر زمانہ کے علما کا فرض ہے کہ اپنے زمانہ کے ان آشیانوں کو تلاش کریں جہاں جاہلیت اور کفر پناہ لے رہے ہیں اور اس پر خاص طور پر ضرب لگائیں، یہ وقت کا جہاد ہے، وقت کی تبلیغ ہے اور انبیا علیہم السلام کی نیابت ہے، مثلاً آپ کو معلوم ہو جائے کہ فلاں درخت مقدس مانا جاتا ہے اور اس میں کوئی چیز باندھ دی جائے، جیسا کہ ہم نے بعض بعض علاقوں میں سنا ہے کہ لوگ عرضیاں لٹکاتے ہیں جیسا کہ شیعوں کے یہاں دستور ہے کہ عرضیاں لٹکاتے ہیں کسی درخت پر یا کسی چیز پر، تو اس زمانہ کے حاملین کا یہ فرض ہوتا ہے کہ صاف صاف اس پر نکیر کریں اور صاف صاف عوام کو اس سے آگاہ کریں جیسے سید سالار مسعود غازی کے جھنڈے اور کہیں کچھ ہوتا ہے، کہیں کچھ ہوتا ہے۔

ہم جس سے منسوب ہیں، مجدد الف ثانی سے لے کر حضرت مولانا عبد القادر جیلانی اور پھر شاہ ولی اللہ صاحب اور سید صاحب اور شاہ اسمٰعیل صاحب، ان کا دستور یہی تھا کہ انہوں نے جہاں جہاں دیکھا کہ شرک یہاں پر چھپا ہوا ہے، شرک وہاں سے حملہ کر رہا ہے، یا اس نے منفذ بنایا ہے، اس نے گویا زیر زمین ایک سرنگ بنائی ہے، اور ہمیشہ زیر زمین کی ضرورت نہیں ہوتی، بالائے زمین وہ پل بنا دیتا ہے جس کے ذریعے سے وہ چل کر گھروں تک پہنچ جاتا ہے، اور شرکِ جلی میں مبتلا کر دیتا ہے "کفر بواح" میں مبتلا کر دیتا ہے، شرک کی تو تاویل ہی نہیں ہو سکتی، اس وقت شاہ اسمٰعیل

شہید نے (اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا کرے) ''تقویۃ الایمان'' لکھی، یہ معمولی حالات میں نہیں لکھی، اور اس نے ہلا کر رکھ دیا۔

لوگ تو اب ایسے پیدا ہو گئے ہیں، کہتے ہیں کتاب شاہ صاحب کی ہے ہی نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اس میں شاہ صاحب کی بھی اور مسلک کی بھی اور اپنی جماعت کی بھی خدمت ہے کہ چلو چھٹی ملی، بالکل غلط، تواتر سے ثابت ہے کہ وہ کتاب حضرت شاہ صاحب کی ہے اور ایک ایک لفظ کے وہ ذمہ دار ہیں اور وہ تو خیر مصنف ہیں، ہم اس کی ذمہ داری لیتے ہیں، ہمارے یہاں مولانا رشید احمد گنگوہی سے اتباعِ سنت اور علم میں بڑھ کر کون ہو گا، سب نے ان کو مان لیا، انہوں نے کھل کر حمایت کی ''تقویت الایمان'' کی، اور ساری ذمہ داری اپنے اوپر لی اور کہا کہ ہم اسی مسلک پر ہیں، اس میں جو کچھ ہے سب صحیح ہے، اور ایک بار اپنی مجلس میں کہا کہ مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ دو لاکھ (یا کتنے لاکھ بتایا) آدمی کے عقائد اس کتاب سے درست ہو گئے اور ان کی اصلاح ہو گئی، اس کے بعد کچھ ہوا ہو کوئی نہیں جانتا، تو حضرت شاہ اسمٰعیل شہید نے اسی بصیرت کی بنا پر کہ کیا ہو رہا ہے، لوگ کیسے کیسے عقیدے لیے ہوئے بیٹھے ہیں، کھلا ہوا شرک ہے تو ''تقویت الایمان'' لکھی، کسی نے کہا کہ بتدریج لکھیے، کہنے لگے کہ میں جہاد میں جا رہا ہوں اور اگر مجھے اطمینان ہوتا کہ میں وہاں سے زندہ بچ کر آؤں گا تو میں اس کو تدریج کے ساتھ بیان کرتا اور اس کو ہلکا کرتا، لیکن مجھ کو اس کا بھروسہ نہیں، اس لیے میں تو سب ایک مرتبہ کہہ دینا چاہتا ہوں اور لکھ دینا چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے اس کتاب سے جتنا فائدہ پہنچایا، میرے علم میں بہت کم اس طرح کی کتابیں ہیں جن سے اتنا فائدہ پہنچایا، یہ آپ لوگ سمجھیں اچھی طرح۔

اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ کسی طریقہ سے جس راہ سے شیطان حملہ کرے، عام آبادی پر اور مسلمانوں پر، اور جس میں وہ کامیاب ہو جائے، اور ایسا کامیاب ہو کہ دین دار لوگ بھی اس کے زخم خوردہ ہوں تو عزیمت کا کام یہ ہے کہ اس زمانہ میں اس کا انتخاب کر کے اس کے خلاف صف آرا ہوں، ہمارے بزرگوں کا معاملہ یہ ہے کہ وہ صف آرا ہو جاتے تھے، وہ اعلان کے ساتھ میدان میں آتے تھے، اور کہتے تھے تمہیں جو کرنا ہے کرو ہمیں تو یہ کرنا ہے ہمیں تو یہ مہم چلانی ہے، اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ ان چیزوں کو تلاش کریں۔

ان چیزوں میں سے ایک چیز تو اس وقت بہت زیادہ عام اور ایسی ہو گئی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ علما میں نہیں بلکہ اللہ نے جن کو ذرا بھی توفیق عطا فرمائی ہے ان کو کم سے کم برأت الذمہ کے لیے کہ اللہ کے یہاں جواب دہ نہ ہوں، ان کے خلاف کچھ نہ کچھ آواز اٹھانی چاہیے۔ وہ ہندوستان کا فتنہ ہے، بہار میں وہ خاص نام سے جانی جاتی ہے اور شاید میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ یہاں زیادہ ہے لیکن یہاں بھی بہت ہے، اور وہ ہے جس کو تلک (جہیز نما چیز) کہا جاتا ہے اور بہار کے مسلمان اس کو سلامی کہتے ہیں، میں آپ سے صاف کہتا ہوں، یہ وہ چیز ہے جس میں شیطان نے قلعہ بنایا ہے، شیطان نے انڈے اور بچے دیے ہیں اس آشیانے کے اندر اور یہ غضب الٰہی کو بھڑکانے والی چیز ہے۔ ایک شریف گھرانے سے، ایک معصوم بے گناہ عورت کے دل سے اگر آہ نکل گئی کہ یا اللہ جس مسلک میں اتنے علما ہوں، اتنے مصنف ہوں، اتنے باحمیت مسلمان ہوں، وہاں یا تو ہماری جوانی ختم ہو، ہمارے والد، ہمارے ماں باپ منہ دکھانے کے قابل نہ ہوں، یا زہر کھا کر مر جائیں یا ہم گناہ میں مبتلا ہوں، اس کے سوا کوئی راستہ نہیں، آج وقت کا جہاد یہ ہے کہ سب سے پہلے تو یہ کہ بے تکلفی معاف، پہلے تو میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ میں سے اکثر کی شاید شادیاں نہ ہوئی ہوں، اگر بہت چھوٹی عمر میں شادیاں ہو جاتی ہوں، تو میں معافی چاہتا ہوں، لیکن یہ نہیں ہے تو کم از کم ایک تعداد آپ کے یہاں ایسی نکلے گی جو ابھی اس مرحلہ سے گزری نہ ہو گی، پہلے آپ نمونہ قائم کریں، صاف کہہ دیں کہ ہمیں کچھ لینا دینا نہیں، ہم نمونہ قائم کرنا چاہتے ہیں، ہم بالکل سنتِ نبویؐ کے مطابق نکاح کرنا چاہتے ہیں۔

ہمارے خاندان میں (اللہ کے فضل سے ہمارے خاندان کو بہت کچھ ملا تھا) متعدد ایسے واقعات ہیں۔ حضرت سید کے نواسے سید محمد عمران، ٹونک کی مسجد میں کھڑے ہوئے کہ صاحب! ذرا ٹھہر جاؤ، محمد یوسف کا کسی بیٹے یا بھتیجے کا نام لیا، اس کا نکاح ہونے والا ہے۔ کسی کو خبر نہیں ہے، عزیزوں کو، خود گھر والوں کو خبر نہیں ہے، کوئی جوڑا بھی پہن کر نہیں آیا، خود نکاح پڑھایا، اس کے بعد رخصتی ہوئی، اور دو چار دس بیس آدمیوں کو بلا لیا ولیمہ کے لیے۔ بارہا ایسا ہوا ہے، حضرت سید صاحب کی جماعت میں تو ایسے بہت سے واقعات ہیں۔ حافظ محمد ولی صاحب سے جناب وجیہ الدین صاحب نے کہا کہ آپ کا بھتیجا اتنا بڑا ہو گیا ہے، آپ کی لڑکی کی بھی کافی عمر ہو گئی ہے تو شادی ہو جائے، انہوں نے کہا بہت ٹھیک ہے، کہا کب، کہا اس جمعہ کو ہو جائے۔ کہا اعلان ہو جائے؟ کہا: کچھ نہیں! سب کام چُپ چاپ ہو گیا۔ دہلی میں

سیرت کا جلسہ تھا، کافی مجمع تھا، میں نے تقریر میں مسلمانوں سے کہا، آپ اس اُمت میں ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ○

(سورۃ الانفال:۳۳)

"اور (اے پیغمبر) اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان کو اس حالت میں عذاب دے جب تم ان کے درمیان موجود ہو، اور اللہ اس حالت میں بھی ان کو عذاب دینے والا نہیں ہے جب وہ استغفار کرتے ہوں۔"

ہم اس قابل نہیں، ہم خاکِ پا کی طرح بھی نہیں، لیکن یقیناً ہم اس نبیؐ کی اُمت ہیں جن کے وجود گرامی کے ساتھ عذاب نہیں آسکتا، جب تک آپ اس دنیا میں ہیں، آج آپ ﷺ اس ناسوتی دنیا (عالَمِ اجسام) میں نہیں ہیں لیکن، ان کی اُمت تو ہے۔ اتنی بڑی تعداد میں جس ملک میں اُمت موجود ہو تو اس میں ایسا اندھیرا ہو رہا ہے، اس میں ایک ماہ میں ایک سو اسی لڑکیاں دلی میں جلا دی جاتی ہوں، یہ میں نے 'قومی آواز' میں پڑھا، جو کانگریس کا اخبار ہے اور سارے ہندوستان میں ہو رہا ہے، ابھی کل ہی میں نے انگریزی اخبار میں جہاز پر آتے ہوئے پڑھا کہ مہاراشٹر میں کسی کی ماں کو پھانسی دے دی گئی، کسی نوجوان نے اپنی ماں یا باپ کی مدد سے بیوی کو جلا دیا، کیوں؟ اس لیے کہ اسکوٹر نہیں ملا، موٹر نہیں ملی، تم جینے کے قابل نہیں ہو تم کو مار ڈالیں گے، تم نکل جاؤ، گلا گھونٹ دیں گے، اللہ تعالیٰ کیسے اس کو پسند فرما سکتا ہے؟ اس کے خلاف مہم چلانے کی ضرورت ہے اور اگر آپ فارغین یہ طے کرلیں کہ ہم اپنا علاقہ میں یہ مہم چلائیں گے۔ عہد لو، قسمیں لو، حلف لو، قرآن مجید ہاتھ میں دو، جو بھی ذریعہ ہو سکتا ہے۔

مسلمانوں کو متاثر کرنے کا کہ ہم نہ مانگیں گے نہ ہم دیں گے، اور کم سے کم نوجوان یہ طے کرلیں کہ ہم اپنے والدین سے کہہ دیں کہ اگر آپ کرتے ہیں تو ہمیں قبول نہیں، اور جب تک محفلِ نکاح میں ہم "قبلت" (قبول کیا) نہ کہیں نکاح ہی نہیں ہو سکتا، ہمیں قبول نہیں، آپ چاہے کریں ہم ایسے نکاح کو قبول نہیں کرتے۔

یہ وقت کا فتنہ ہے، ہمارے مدارس اصل میں اسی کو روکنے کے لیے قائم کیے گئے ہیں، جو ایسی عزیمت والے لوگ پیدا کریں اور باقی کام چلانے والے کام چلاؤ آدمی تو سب درس گاہوں میں پیدا ہوں گے، یہ کام کرنے کا ہے اور اللہ تبارک تعالیٰ کی برکتیں کیسے کسی ایسی جگہ پر نازل ہو سکتی ہیں، جہاں اتنا بڑا ظلم ہوتا ہو۔

وما علینا الا البلاغ المبین!

تَمَّتْ بِالْخَيْرْ

و آخر دعوانا أن الحمدللّه ربّ العالمين

’’سن لیجیے! میں ایک مؤرخ اور اس جماعت کے ایک امین کی حیثیت سے آپ کو بتلا رہا ہوں کہ یہ جو آپ کے اوپر دستار باندھی جا رہی ہے، آپ کی آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ اس کے ساتھ کیا کیا چیزیں بندھ گئیں، اور جو خصوصیات ذکر ہوئیں حضرت سید احمد شہید صاحب کی تحریک کے متعلق:

١. توحیدِ خالص ’’الا للہ الدین الخالص‘‘

٢. اتباعِ سنت

٣. نسبت مع اللہ، دوام ذکر اور خدا کے ساتھ ہر وقت تعلق

٤. اعلائے کلمۃ اللہ؛ جو اگر کبھی جہاد بالسیف کا تقاضا کرے تو جہاد بالسیف

یہ ساری چیزیں اس دستار کے باندھنے میں آ گئیں، اگر کوئی آنکھ دیکھنے والی ہو تو وہ دیکھ سکتی ہے، وہ ساری چیزیں اس دستار کے تار و پود اور تانے بانے میں ہیں، آپ کو اس دستار کے مشکلات اور مضمرات کی حفاظت کرنی ہے۔ اس دستار کے بندھنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ بالکل فارغ ہو گئے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان چاروں چیزوں کے لیے آپ کو پوری زندگی وقف کرنی ہے!‘‘

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

#NawaiGhazwaeHind